اجتہاد کا تاریخی پس منظر

جناب مولانا محمد تقی امینی ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

(۲)

قرآن حکیم — قرآن حکیم اللہ کی کتاب اور زندگی و معاشرہ کے قانون کا اصل سرچشمہ ہے۔ اس میں قانون کے مقاصد۔ بندوں کے مصالح اور دستوری حیثیت کے اصول و کلیات بیان ہوئے ہیں جن پر قانون اور اجتہاد کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔ قانونی جزئیات کا ذکر بہت کم ہے لیکن جس قدر بھی ہے وہ بطور "نمونہ" بنیاد کی تشریح و توضیح کے لیے ہے تاکہ ان کی روشنی میں نمو پذیر زندگی اور ترقی پذیر معاشرہ کی رہنمائی کے لیے اخذ و استنباط یا اجتہاد کا سلسلہ جاری رہے۔

یہ طریقِ کار دوامی اور عالمگیر حیثیت رکھنے والی کتاب کے لیے ناگزیر ہے کیوں کہ بیک وقت اگر زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق قانون کی تفصیل بیان کر دی جاتی اور ہر ایک کے عملی شکل کا خاکہ تیار کر دیا جاتا تو اس کی رہنمائی میں وہ جامعیت و جاذبیت نہ پیدا ہوتی دور روز زمانہ میں زندگی و معاشرہ کے نئے مسائل حل کرنے یا موجود مسائل کو نئے حالات پر منطبق کرنے کے لیے شعوری اجتہاد کو درکار ہے۔

القرآن علی اختصارہ جامع ولا یکون جامعا الا والمجموع فیہ امور کلیات[۱]	قرآن مختصر ہونے کے باوجود جامع ہے جس کی شکل یہ ہے کہ وہ امور کلیہ کا مجموعہ ہے۔

(لہ حاشیہ ملاحظہ ہو صفحہ آئندہ پر)

دوسری جگہ ہے:۔

تعریف القرآن بالاحکام الشریعۃ	شرعی احکام قرآن میں کلی طور پر بیان
اکثرہ کلی لاجزئی وحیث جاء	ہوئے ہیں جہاں جزئی تفصیل ہے وہ
جزئیا فمأخذہ علی الکلیۃ[1]	کسی حکم کلی کے تحت ہے ۔

رسول اللہ کی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث قرآن حکیم کی تشریح و توضیح اور اسی کی معنوی دلالت سے اخذ و استنباط کی ہوئی ہے اس بنا پر بلاشبہ وہ اس درجہ میں ہے کہ قرآن کے بعد قانون کا سرچشمہ قرار پائے اور شعور اجتہاد اس سے رہنمائی حاصل کرے۔ نبوت کا خاصہ حقیقت کا کلی ادراک ہے جس کے بعد شعور نبوت کو غیر معمولی اخذ و استنباط کی صلاحیت پیدا ہو جاتی اور زندگی و معاشرہ کے بہت سے ان گوشوں تک رسائی حاصل ہو جاتی ہے جن تک دوسروں کی رسائی نہیں ہو سکتی ۔

ایسی حالت میں اگر شعور اجتہاد نے اس سے رہنمائی نہ حاصل کی تو نہ صرف یہ کہ زندگی و معاشرہ اور اجتہاد کے بہت سے گوشے نظروں سے مخفی رہ جائیں گے بلکہ اجتہاد نبوت کی قائم مقامی کے شرف سے بھی محروم ہو جائے گا پھر اس کی حیثیت آزادانہ رائے کی ہوگی جس کی اسلام کے قانونی نظام میں کوئی حیثیت نہیں ہے ۔

اجتہاد کی مناسبت سے چند مثالیں ذیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح و توضیح اور آپ کے اخذ و استنباط کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن سے اجتہاد و شعور کو رہنمائی ملتی ہے ۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن حکیم میں مذکور اصول و کلیات کی روشنی میں بہت سے مروجہ موجودہ مسائل کا حکم بیان کیا جس کی حیثیت تشریح و توضیح کی تھی ۔ مثلاً یہ آیت ہے:۔

---

[1] شاطبی۔ الموافقات ج ۳ الطرف الثانی الادلۃ علی التفصیل الدلیل الاول کتاب العزیز المسألۃ الخامسۃ ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ۔

اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ تجارت ہو آپس کی رضامندی سے تو اجازت ہے

اس میں دو اصول بیان کئے گئے ہیں ایک سلبی اور دوسرا ایجابی پہلے میں ناحق کسی کا مال کھانے کی ممانعت ہے اور دوسرے میں حق کے ساتھ باہمی رضامندی سے اجازت ہے ان دونوں کی روشنی میں رسول اللہ نے مروّجہ معاملات کا جائزہ لیا اور ان سب کو ناجائز قرار دیا جن میں دھوکہ پایا جاتا تھا اور بالآخر ناحق مال کھانے کی شکل نکلتی تھی۔ عرب میں خرید و فروخت کی مروّجہ بہت سی شکلیں ان دونوں اصول کے تحت جائز یا ناجائز قرار پائیں مثلاً خریدار و بائع (بیچنے والا) کسی چیز کا بھاؤ کرتے تھے اور دیکھنے وطے ہونے سے پہلے خریدار اس کو چھو لیتا یا بیچنے والا خریدار کی طرف پھینک دیتا یا خریدار اس پر کنکری رکھدیتا تو ان سب صورتوں میں بیع مکمل ہو جاتی تھی۔ ان معاملات میں چوں کہ فریقین کی رضامندی موجود تھی۔ اس بار ان کو ایجابی اصول کے تحت آنا چاہیے تھا۔ لیکن رسول اللہ کی تشریح و توضیح نے اس حقیقت کو واضح کیا کہ جس رضامندی میں دھوکہ فریب کا خطرہ ہو اور خطرہ ظاہر ہونے کے بعد اس رضامندی کا نتیجہ ناحق مال کھانے کی شکل میں ظاہر ہو تو وہ بھی سلبی اصول کے تحت آئے گا۔

(۲) اصل کو فرع پر منطبق کر کے دکھایا جس سے دوسری فرع کا حکم نکالنے میں سہولت ہوئی اوپر کی آیت اصل ہے اور موجودہ مروّجہ معاملات فرع ہیں اصل میں حرمت و ممانعت کی علت ناحق مال کھانا ہے یہ علت جتنے معاملات میں پائی جائے گی وہ سب حرام و ناجائز ہوں گے خواہ اس وقت موجود ہوں یا بعد میں ہوں۔ ابتدا میں علت پائی جاتی ہو یا آخر میں، جب کہ دھوکہ و فریب ظاہر ہو۔

(۳) جزئی قوانین جو قرآن حکیم میں مذکور ہیں ان کے موقع و محل متعین کیے جیسے تیمم و نماز

قصر کے مواقع بیان کئے اور شرعی رخصتوں کے محل متعین کئے کہ کس جگہ ان رخصتوں پر عمل کرنے کی اجازت ہے اور کس جگہ نہیں ہے۔

(۴) قانون کی شرطیں رکاوٹیں اور قیدیں وغیرہ بیان کی جن کے بغیر ان پر صحیح عمل درآمد دشوار تھا۔ مثلاً نکاح۔ طلاق۔ خرید و فروخت وغیرہ کی تفصیل جس سے صحیح و غلط اور حلال و حرام کے درمیان امتیاز قائم ہوا۔

(۵) نئے قوانین بیان کیے جن کا صریحی ذکر اگرچہ قرآن میں نہیں ہے لیکن وہ اس کی معنوی دلالت میں موجود ہیں مثلاً پھوپھی کی موجودگی میں بھتیجی سے نکاح یا خالہ کی موجودگی میں بھانجی سے نکاح حرام قرار دیا وغیرہ

(۶) مطلق آیتوں کی تفصیل کی اور مواقع و محل کے لحاظ سے ان کو مقید کیا جیسے معروف منکر۔ طیبات اور خبائث کے تحت بہت سی مروّجہ چیزوں کا حکم بیان کیا یا جرائم کی سزاؤں سے متعلق آیتوں کو موقع و محل کے لحاظ سے مقید کر کے ان پر عمل درآمد واضح کیا۔

(۷) مجمل آیتوں کی تشریح کی جس کے بغیر صحیح مفہوم سے واقفیت اور ان پر عمل درآمد دشوار تھا۔ مثلاً صلوٰۃ۔ زکوٰۃ اور صوم وغیرہ سے متعلق آیتوں کی تشریح کی ان کی عملی کیفیت بیان کی۔

(۸) جزئی واقعات اور کلی قواعد سے مدد حاصل کر کے نئے قواعد وضع کیے اور ان سے جزئیات مستنبط کر کے دکھایا مثلاً۔

لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام	اسلام میں نہ نقصان پہونچانا ہے اور نہ نقصان اٹھانا ہے۔
الضرر یزال۔	نقصان دور کیا جائے۔
المشقۃ تجلب التیسیر۔	مشقت آسانی کھینچتی ہے۔

(۹) قرآنی احکام کے وجوہ و اسباب اور حکمت و مصلحت کی نشاندہی فرمائی جس سے

نئے اصول وکلیات وضع کرنے اور اجتہاد کا دائرہ وسیع کرنے کی سہولت ہوئی۔

(۱۰) آیتوں کے شانِ نزول بیان کیے جس سے زندگی و معاشرہ کے درپیش مسائل کی نشاندہی ہوئی اور ان پر قیاس و استنباط کے لئے مواد فراہم ہوا۔

ان چند مثالوں سے ظاہر ہے کہ اجتہاد کا دائرہ وسیع کرنے اور اس کو نمو پذیر زندگی اور ترقی پذیر معاشرہ کی رہنمائی کے قابل بنانے کے لیے رسول اللہ کی تشریح و توضیح اور آپ کے اخذ و استنباط سے استفادہ کی کس قدر ضرورت ہے؟۔

اجتہاد کی تین شکلوں کا وجود

تشریح و توضیح اور اخذ و استنباط پر بحیثیت مجموعی نظر ڈالنے سے اجتہاد کی تین شکلیں وجود میں آتی ہیں۔

(۱) وہ جس میں متعلقہ آیت و حدیث کے معنی و مفہوم متعین کر کے مسائل کو حل کیا جائے۔ جیسا کہ رسول اللہ نے پہلی صورت میں کیا۔ اس میں الفاظ معانی اور موقع و محل تینوں میں نظر ڈالنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

(۲) وہ جس میں مزید غور و فکر کر کے حکم کی علت (علت کی بحث آگے آئے گی) نکالی جائے اور پھر اس کی بنیاد پر مسائل کا حل تلاش کیا جائے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری صورت میں کیا۔

(۳) وہ جس میں شریعت کی روح اور بندوں کی مصلحت پر مشتمل قاعدہ کلیہ وضع کیا جائے۔ اور اس سے مسائل کا حل نکالا جائے۔ جیسا کہ رسول اللہ نے "لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ فِی الْاِسْلَامِ" جیسے نئے قواعد وضع کر کے اس کی طرف رہنمائی فرمائی۔

ان تینوں کے بالترتیب نام اس طرح تجویز کیے جا سکتے ہیں۔

(۱) اجتہاد توضیحی

(۲) اجتہاد استنباطی۔ اور

(۳) اجتہاد استصلاحی۔

حدیثِ رسول پر گہری نظر کی ضرورت | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فقہ کو جس قدر ترقی ہوئی اور اجتہاد نے نمو پذیر زندگی اور ترقی پذیر معاشرہ کی رہنمائی کے لیے جس قدر کارہائے نمایاں انجام دیئے وہ سب انہیں تین شکلوں کے مرہونِ منت ہیں لیکن ان تینوں پر قابو پانے کے لیے حدیثِ رسول پر نہایت گہری نظر کی ضرورت ہے صرف اس کا سطحی علم کافی نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کہتے ہیں:۔

ولہ قشور داخلھا لب واصداف وسطھا دُرّر[1]	حدیث کے لیے پوست ہے جس کے اندر مغز ہے صدف ہے جس کے وسط میں موتی ہے۔

پھر مغز اور موتی کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

ثم یتلوہ فن معانیہ الشرعیۃ واستنباط الاحکام الفرعیۃ والقیاس علی الحکم المنصوص فی العبارۃ والاستدلال بالایماء والاشارۃ ومعرفۃ المنسوخ والمحکم والمرجوح والمبرم وھذا بمنزلۃ اللب والدرّ[2]	پھر اس کے بعد حدیث کے شرعی معانی فرعی احکام کے استنباط حکم منصوص کے ظاہر پر قیاس اور اشارہ سے استدلال کا فن ہے نیز منسوخ۔ محکم۔ مرجوح اور مُبرم کی معرفت کا فن ہے یہ سب بمنزلہ موتی اور مغز کے ہے۔

"اجتہاد" کے ذریعہ چونکہ نبوت کی قائم مقامی کا شرف حاصل ہوتا جو علمی وفکری بلندی کا نہایت اونچا مقام ہے اس بنا پر عمیق نظر اور فنی قابلیت کے بغیر اجتہاد کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

---

[1][2] شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغۃ ج ۱۔ مقدمہ ص ۲-

اجتہاد کا تدریجی ارتقاء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ حیات میں چوں کہ قانون کا تمام تر تعلق آپؐ کی ذاتِ مبارک سے وابستہ تھا اس لئے اجتہاد کی ذمہ داری بھی اصلاً آپؐ ہی کے سپرد تھی اور نبوت کے ایک شعبہ کی حیثیت سے آپ اس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ رسول اللہؐ دنیا سے اس وقت تشریف لے گئے جب کہ دین کی تکمیل ہو گئی۔ اور اجتہاد کے ذریعہ ترقی پذیر معاشرہ اور نمو پذیر زندگی کی رہنمائی کے لیے راستہ ہموار ہو گیا۔ نیز صحابہ کرام کی ایک ایسی جماعت تیار ہو گئی جو قانون کے اتار چڑھاؤ اور نوک پلک سے بخوبی واقف تھی۔ اور آپ کے بعد تمدنی ضرورت کے پیشِ نظر اجتہاد کے ذریعہ قانون کو ترقی دینے اور منضبط کرنے کی ہر طرح صلاحیت رکھتی تھی۔ جس طرح طبیبِ حاذق کے ذہین و فہیم شاگرد مدتوں اس کے پاس رہتے اور تجربہ حاصل کرنے کے بعد ان دواؤں اور غذاؤں کے خواص و اثرات اور طریقِ استعمال سے واقفیت حاصل کر لیتے ہیں جن کو وہ استعمال کرتا رہتا ہے۔ اسی طرح صحابۂ کرامؓ میں جو ذہین و فہیم اور قانون کا ذوق رکھنے والے تھے انھوں نے عرصہ تک نبوی تعلیم اور فیضِ صحبت سے قانون کی حکمت ان کے مقاصد اور طریقِ نفاذ سے واقفیت حاصل کر لی تھی۔ ان حضرات نے قانون کے مواقع و محل کو دیکھا تھا۔ ان کے بنیادی اصول اور کلی پالیسی کو سمجھا تھا۔ اور نبوت کے فیضان سے براہ راست استفادہ کیا تھا اس بناء پر رسول اللہ کے بعد مختلف تمدنی ضرورت کے پیشِ نظر ان کو بجا طور پر ——— اجتہاد کرنے کا حق تھا اور انھوں نے بحسن خوبی اس حق کو استعمال کر کے ترقی پذیر معاشرہ اور نمو پذیر زندگی کی رہنمائی کے فرائض انجام دیئے۔

اجتہاد کے تین اہم دور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بتدریج ترقی کے لحاظ سے اجتہاد کے تین اہم دور ہیں۔

(۱) دَورِ اول صحابہ کا اجتہاد

(۲) دورِ ثانی تابعین کا اجتہاد

(۳) دورِ ثالث ائمۂ مجتہدین کا اجتہاد

ان تینوں کی وضاحت سے نہ صرف اجتہاد کے خدو خال نمایاں ہوں گے بلکہ موجودہ دور میں اجتہاد کی وہ دشواریاں بھی دور ہوں گی جن کی بنا پر اس کو ناقابل عمل قرار دیدیا گیا ہے۔

دَورِ اول صحابہ کا اجتہاد

دورِ اول صحابہ کا اجتہاد صحابۂ کرام کے زمانہ میں جب فتوحات کی کثرت ہوئی اور مختلف تمدنی زندگی سے سابقہ پڑا تو نئے نئے اجتماعی وسیاسی مسائل ابھر گئے جن کو حل کئے بغیر معاشرہ کی رہنمائی کی کوئی شکل نہ تھی حقِ اجتہاد کے باوجود صحابہ کرام نے مسائل حل کرنے میں نہایت محتاط رویہ اختیار کیا چنانچہ حضرت ابوبکر کا یہ طرزِ عمل منقول ہے۔

کان ابوبکر الصدیق اذا ورد علیہ	حضرت ابوبکر صدیق کو جب تصفیہ طلب
حکم نظر فی کتاب اللہ تعالیٰ فان	کوئی معاملہ درپیش ہوتا تو پہلے وہ اللہ
وجد فیہ ما یقضی بہ قضیٰ بہ	کی کتاب میں دیکھتے اگر اس میں مل جاتا تو
وان لم یجد فی کتاب اللہ نظر	اس کے مطابق فیصلہ کرتے اور اگر کتاب اللہ
فی سنۃ رسول اللہ فان وجد	میں نہ ملتا تو رسول اللہ کی سنت میں تلاش کرتے
فیہا ما یقضی بہ قضیٰ بہ فان	اس میں مل جاتا تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے
اعیاہ ذالک سأل الناس هل	تھے۔ اگر خود نہ تلاش کر پاتے تو لوگوں سے
علمتم ان رسول اللہ	سوال کرتے کہ کیا تم جانتے ہو
صلی اللہ علیہ وسلم قضیٰ	کہ رسول اللہ نے اس میں ایسا ایسا
فیہ بکذا وکذا فان لم یجد	فیصلہ فرمایا ہے اگر کسی طرح ان کو

سنة سنها النبي صلى الله عليه وسلم جمع رؤوساء الناس فاستشارهم فاذا اجتمع رايهم على شئ قضى به[1]

رسول اللہ کی سنت نہ ملتی تو اہل علم کے رؤساء کو جمع کر کے ان سے مشورہ چاہتے جب وہ کسی رائے پر متفق ہو جاتے تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ کا بھی یہی طرز عمل تھا۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ اگر کتاب و سنت میں کوئی حکم نہ ملتا تو ابو بکر کے فیصلوں کی طرف رجوع فرماتے پھر مشورہ و اجتہاد کرتے تھے ——— اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود و عبداللہ بن عباس اور دیگر جلیل القدر اصحاب کا بھی یہی طرز عمل منقول ہے۔ کہ پہلے وہ کتاب و سنت میں حکم تلاش کرتے پھر اپنے پیشروؤں کے فیصلوں میں دیکھتے اگر کہیں نہ ملتا تو اجتہاد کرتے تھے[2]

روحِ شریعت اور مقاصدِ دین کے پیش نظر اجتہاد

اجتہاد کے موجودہ اصول و قواعد بعد میں منضبط ہوئے ہیں یہ حضرات روحِ شریعت اور مقاصدِ دین کے پیش نظر اجتہاد کرتے تھے۔ جن سے اصول و قواعد وضع کئے گئے ہیں۔

ان الصحابة رضوان الله عليهم عملوا امورا لمطلق المصلحة لا لتقدم شاهد بالاعتبار[3]

صحابہ کرامؓ نے پیش آمدہ امور میں مطلق مصلحت کا اعتبار کیا ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ ان میں اعتبار کے لیے پہلے سے کوئی شاہد موجود ہو۔

---

[1] ابوعبید کتاب القضاء و ابن قیم۔ اعلام الموقعین ج ۱۔ القضاء بکتاب اللہ ثم بالسنۃ الخ [2] ابن قیم اعلام الموقعین ج ۱ القضاء بکتاب اللہ ثم بالسنۃ الخ [3] ابن فرحون تبصرۃ الحکام فی القضایا بالسیاسۃ الشرعیۃ۔

فکان عمر یجتھد فی تعرف الحکمۃ التی نزلت فیھا الآیۃ ویحاول معرفۃ المصلحۃ التی جاء من اجلھا الحدیث ویاخذ بالروح لا بالحرف۔[1]

حضرت عمرؓ اس حکمت کی تلاش میں انتہائی کوشش کرتے جس میں آیت نازل ہوئی ہے اور اس مصلحت کی معرفت حاصل کرنا چاہتے جس کی وجہ سے حدیث وارد ہوئی ہے اور روح و مغز کو لیتے ظاہری الفاظ پر اکتفا نہ کرتے تھے۔

روحِ شریعت اور مقاصدِ دین تک رسائی کبھی الفاظ و معنی اور ان کے موقع و محل کی تعیین سے حاصل ہو جاتی اور کبھی مزید گہرائی میں جاکر "علت" تلاش کرنے اور اشباہ و نظائر پر قیاس کرنے کی ضرورت ہوتی تھی۔ جیسا کہ صحابہ کرامؓ کے اجتہادات میں بکثرت مثالیں دونوں کی موجود ہیں۔

(باقی)

---

[1] القضاء فی الاسلام قضاء عمر ص ۱۰۴۔

گزارش

خریداری "برہان" یا ندوۃ المصنفین کی ممبری کے سلسلے میں خط و کتابت کرتے وقت یا منی آرڈر کوپن پر برہان کی چٹ نمبر کا حوالہ دینا نہ بھولیں۔ تاکہ تعمیلِ ارشاد میں تاخیر نہ ہو۔

اس وقت بے حد دشواری ہوتی ہے جب ایسے موقع پر آپ صرف نام لکھنے پر اکتفا کر لیتے ہیں، اور بعض حضرات تو صرف دستخط ہی کافی خیال کرتے ہیں۔

(جنرل منیجر)